تحقیق وتنقید

عہد نبوی کی مسلم معیشت میں اموال غنیمت کا تناسب

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

عہد نبوی کے دس سالہ مدنی دور میں پیش آنے والی مہموں اور جنگوں کے بارے میں مسلم اور غیر مسلم دونوں اندازِ فکر کے مورخوں اور محققوں کا رویہ افراط و تفریط کا شکار رہا ہے۔ بیشتر مصنفین مغرب غزوات نبوی کے محرکات و عوامل کو معاشی و اقتصادی سمجھتے اور اپنی تحریروں میں بیان کرتے ہیں۔ سیرت نبوی کے ابتدائی مغربی مورخین نے تو خشک ہونے والے جزیرہ نمائے عرب میں مسلمانوں کی بڑھتی آبادی بالخصوص مدینہ منورہ میں مقامی معیشت پر اس کے اقتصادی بوجھ کو غزواتِ نبوی کا اصل محرک قرار دیا تھا[۱]۔ ان کے نزدیک عہد اسلامی کی ابتدائی جنگوں اور اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عربوں کے لوٹ مار سے بھرپور "رزیوں" میں کوئی فرق نہ تھا مغرب میں یہ اندازِ فکر اتنا مقبول و محبوب رہا کہ مدتوں اس کی بازگشت ان کے مصنفین کی تحریروں میں گونجتی رہی اور آج بھی اکثر مصنفین یورپ اس کے اثرات سے اپنے ذہن و قلم کو نہیں بچا پاتے ہیں[۲]۔ لیکن بعد میں مغربی فکر و نظر میں ذرا سی لچک پیدا ہوئی اور بعض معروضی طریقِ تحقیق و انداز نگارش کے دعوے دار قلم کارانِ مغرب نے اقتصادی محرکات کے ساتھ ساتھ سیاسی اسباب و عوامل کا بھی پیوند

لگایا[38] ۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ان میں سے بعض مصنفین کے خیال میں، ہجرت کے بعد ابتدائی سات مہمیں تو مسلمانوں نے لوٹ مار کی غرض سے شروع کی تھیں اور بالآخر وہ جنگ بدر کے خون آشام معرکہ پر ختم ہوئیں اور باقی جنگیں یا معرکے اسی خون ریزی کے نتیجے میں واقع ہوئے۔ بعض کا خیال ہے کہ ابتدا میں مقصود لوٹ مار نہ تھی بلکہ مکہ کی اقتصادی ناکہ بندی تھی اور اس لئے مغربی شاہ راہ تجارت پر جو یمن سے شام کو براہ مدینہ جاتی تھی، مکی کاروانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی گئی یہ چھیڑ چھاڑ اشتعال انگیز تھی اور جب مکی اشرافیہ کو اپنی اقتصادی شہ رگ پر مسلم چھری نظر آئی تو وہ اپنے دفاع کے لئے تلوار لے کر میدان میں کود پڑے[39] ۔

یہودیوں خاص کر مدینہ کے یہودی قبائل سے معرکوں کو خالص معاشی استحصال سمجھا جاتا رہا ہے۔ شروع میں مغربی مصنفوں نے یہ عقیدہ پھیلایا کہ غزوات نبوی کا مقصد محض یہ تھا کہ انھیں اپنی دولت و جائداد سے بے دخل کر کے اس کے ذریعہ غریب مسلمان مہاجرین کو "اقتصادی بحالی" فراہم کی جائے[40] پھر اقتصادی استحصال کے تصور میں فوجی و اخلاقی بحالی کا تصور بھی شامل کر دیا گیا۔ اور یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ مکی محاذ پر فوجی ناکامی کا انتقام یہودی قبائل سے لیا گیا[41] اور اب آخر آخر یہ نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے کہ اقتصادی محرکات کے ساتھ ساتھ مذہبی عوامل بھی کارفرما تھے[42] ۔

دوسری طرف جدید مسلم مورخین و سیرت نگاروں کا ایک طبقہ تو مغربی انداز فکر کا ایسا ہمنوا ہے کہ ان کی تحریریں ان کے مغربی پیشروؤں اور استادوں کی خوشہ چینی کے سوا اور کچھ نہیں۔ لیکن ہمارے مشرقی مسلم سیرت نگاروں کی اکثریت ایسی ہے جو غزوات نبوی کے اقتصادی پہلوؤں کو نہ صرف نظر انداز کر دیتی ہے بلکہ بنظر حقارت ٹھکرا دیتی ہے اور ان میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کی اہمیت اور مدنی مسلم معیشت میں اس کے حصہ سے یکسر انکار کر دیتی ہے[43] ۔ اس مضمون میں اس بات کی کوشش کی کی جا رہی ہے کہ غزوات و سرایا میں حاصل ہونے والے تمام اموال غنیمت کا ایک

تنقید کا تجزیہ کیا جائے اور حقائق اور اعداد و شمار کی بنا پر یہ واضح کیا جائے کہ کتنی جنگوں میں کتنا مال غنیمت ملا اور جو ملا اس کی قدر و قیمت کیا تھی اور انجام کار مدنی معیشت پر اس کا کتنا اثر پڑا؟

عہد نبوی کے غزوات و سرایا کے سب سے بڑے مورخ واقدی کے مطابق کل چھوٹی بڑی مہموں کی تعداد ۸۰ تھی[۱۴]۔ دور جدید کے محققین و سیرت نگاروں نے تنقید و تحقیق کے معیار پر ان کی کل تعداد نوے کے قریب بتائی ہے[۱۵]۔ بہرحال اس تعداد میں نہ صرف چھوٹی بڑی مہمیں شامل ہیں بلکہ وہ بھی گن لی گئی ہیں جن کی اپنی کوئی آزاد حیثیت نہ تھی اور جو کسی دوسری مہم کی ضمن میں تھیں۔ طرفہ ستم یہ کہ ان میں ان مذہبی، تبلیغی یا محض چھان بین کرنے والی جماعتوں کو بھی "فوجی مہم" بنا کر شامل کر دیا گیا جن کا مقصد اشاعت دین، تعلیم اسلام یا خبر گیری کرنا تھا[۱۶]۔ بہرحال ان میں ابتدائی سات مہمیں جو غزوہ بدر سے پہلے پیش آئیں بلا کسی فوجی تصادم، خون ریزی یا مال غنیمت کے نکل گئیں[۱۷]۔ لیکن آٹھویں مہم سریہ نخلہ جو حضرت عبداللہ بن جحش کی سرکردگی میں مکہ اور طائف کے درمیان واقع ایک مقام نخلہ تک گئی تھی، پہلی اسلامی مہم تھی جس میں تھوڑی سی خونریزی بھی ہوئی اور کچھ مال غنیمت بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ واقدی اور دوسرے مورخین کے بیان کے مطابق یہ مال غنیمت کچھ شراب کی مشکوں، چمڑے کی کھالوں (ادم)، سوکھی کھجوروں (زبیب) اور تھوڑے سے مال تجارت پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ دو قیدی بھی ہاتھ لگے تھے جن میں سے ایک نے چالیس اوقیہ چاندی یا سولہ سو درہم زر فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کی تھی[۱۸]۔ اگرچہ شرقی شاہراہ تجارت پر مکی کاروان پر حملہ کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کی بالکل صحیح مالیت کا تخمینہ لگانا مشکل ہے تاہم یہ ظاہر ہے کہ اس کی مالیت بہت زیادہ نہیں تھی۔ محض دس بیس ہزار درہم کا تجارتی معاملہ تھا۔ مغربی مورخین نے مسلمانوں کی "سیاہ کاری" کے جرم کو چند در چند کر کے دکھانے کی خاطر اسے "عظیم دولت" اور "قیمتی کارواں" سے نہ صرف تعبیر کیا ہے بلکہ مول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام تراشی کی ہے کہ اگر چہ ابتداءً آپ اس مال غنیمت کو قبول کرنے سے ہچکچا رہے تھے لیکن خطیر دولت دیکھ کر لالچ میں آ گئے۔ متعدد قرائن اور دلائل ایسے ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ کاروان نخلہ نہ تو خطیر دولت کا حامل تھا نہ اس سے حاصل ہونے والا مال غنیمت بے بہا۔ اول یہ کہ وہ مقامی تجارتی کارواں تھا جو غالباً طائف سے آرہا تھا۔ اس کی تائید مال تجارت میں شامل شراب، سوکھی کھجوروں اور کھالوں سے ہوتی ہے کہ یہ اشیاء طائف کی تجارت میں اہم ترین مقام رکھتی تھیں۔ دوم یہ کہ قافلے کی حفاظت کے لئے کوئی بڑا دستہ نہ تھا بلکہ یہ کہا جائے کہ کوئی قافلہ ہی نہ تھا تو زیادہ بے جا نہ ہوگا کیونکہ وہ چار چھ نفوس پر مشتمل تھا۔ سوم یہ کہ ہمارے مآخذ مقدار مال تجارت کے بارے میں سرسری گذر جاتے ہیں جب کہ وہ دوسرے کاروانوں کے بارے میں پوری تفصیل بیان کرتے ہیں۔ دراصل اس سریہ کی اہمیت اس کے مال غنیمت میں نہ تھی بلکہ اس کے وجوہ کچھ اور تھے جن سے سر دست بحث نہیں۔

غزوہ بدر میں مسلم فوج کو عظیم الشان فتح کے نتیجہ میں کافی مال غنیمت ملا، یہ مال ہتھیاروں، مویشیوں اسباب روزمرہ اور سامان تجارت پر مشتمل تھا۔ اسباب (متاع) میں اور کچھ چیزوں کے علاوہ کپڑے (انطاع) شامل تھے۔ مویشیوں میں ایک سو پچاس[۱۵۰] اونٹ اور دس[۱۰] گھوڑے تھے۔ ہتھیاروں میں کچھ تلواریں (سیوف) زرہ بکتر (درع) خود، کپڑے یا کھال کے بنے ہوئے (مغفر) اور آہنی خود (بیضہ) نیزے (رماح) حربے (عنذہ) شامل تھے۔ نہ ہتھیاروں کی تعداد کا ذکر ہے نہ اسباب کی مقدار کا۔ اسی طرح سامان تجارت میں شامل کھالوں (ادم) کا ذکر ملتا ہے کہ وہ کافی تعداد میں تھیں لیکن صحیح حتمی تعداد کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ ہتھیار زیادہ تر ان افراد کے تھے جو جنگ میں مارے گئے یا میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور صفی ذو الفقار نامی ایک تلوار ملی تھی جو ایک روایت کے مطابق منبہ بن حجاج سہمی کی تھی اور ایک اونٹ (بعیر) بطور مال غنیمت

کے حصہ کے ملا تھا۔ عہد معاویہؓ میں اس اونٹ کی مالیت سو (۱۰۰) عام اونٹوں کے برابر لگادی گئی تھی۔[13]

اگرچہ بدر کے مال غنیمت کا بالکل صحیح تخمینہ مشکل ہے تاہم ایک موٹا سا اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے۔ مآخذ کا بیان ہے کہ میدان جنگ میں داد شجاعت دینے والے تین سو تیرہ (۳۱۳) سپاہیوں اور دو (۲) گھوڑوں کے کل تین سو سترہ (۳۱۷) حصے لگے تھے۔[14] میدان جنگ سے باہر خدمات انجام دینے والے مزید آٹھ اشخاص کو بھی حصہ کا مستحق سمجھا گیا تھا۔ اس طرح کل تین سو پچیس (۳۲۵) حصے لگے تھے۔[15] روایت ہے کہ سپاہیوں کو ایک اونٹ اور کچھ سامان ملا تھا، کچھ کو دو اونٹ اور باقی کچھ کو کھالیں۔ گویا کہ دو اونٹ معیاری حصہ تھے۔ یہ صحیح ہے کہ اونٹ کی اصل قیمت متعین کرنا مشکل ہے تاہم تیس (۳۰) چالیس (۴۰) درہم میں اونٹ مل جایا کرتا تھا جیسا کہ بعض حوالوں سے معلوم ہوتا ہے۔[17] اگر اس بنیاد پر تخمینہ لگایا جائے تو فی کس زیادہ سے زیادہ اسّی (۸۰) درہم اور کل چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) درہم مال غنیمت ملا تھا۔ یہ بہت ہی حقیر رقم تھی اور اسی بنا پر جیسا کہ واقدی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم فاتحین کو کم مال غنیمت ملنے سے ملال ہوا تھا۔[19]

اس مال غنیمت سے وہ زرِ فدیہ زیادہ اہم تھا جو مکی قیدیوں نے ادا کیا تھا۔ اس بارے میں مآخذ کی مختلف روایات کے مطابق جنگی قیدیوں کی تعداد مختلف ہے۔ مقبول عام روایت میں ان کی تعداد ستّر (۷۰) بتائی گئی ہے جو سب سے زیادہ ہے۔ واقدی نے اپنی قیدیوں کی فہرست میں صرف ۴۹ نام گنائے ہیں۔ ابن اسحاق نے کل تعداد ۴۳ بتائی ہے جب کہ نام صرف ۴۲ کے گنائے ہیں۔[20] یعقوبی نے واضح الفاظ میں دعویٰ کیا ہے کہ ۶۸ قیدیوں نے زرفدیہ ادا کرکے رہائی حاصل کی تھی۔[21] لیکن یہ دعویٰ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ بعض مسلمہ حقائق سے وہ متصادم ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دو یا تین قیدی جنگی جرائم کی پاداش میں قتل کردیئے گئے

تھے کچھ اپنی غربت اور بعض اپنی سماجی خدمات اور کچھ اور رحمت نبوی کی بنا پر بلا زر فدیہ رہا کر دیئے گئے تھے۔ تقریباً دس قیدیوں کے بارے میں یہ معنی خیز و دلچسپ روایت آئی ہے کہ ان کی رہائی فی کس دس مدنی بچوں کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم کے عوض عمل میں آئی تھی۔ اس طرح زر فدیہ ادا کر کے رہا ہونے والوں کی ایک تعداد کافی کم ہو جاتی ہے۔ بہر حال بیس قیدیوں کے بارے میں تاریخی مآخذ میں نہ صرف یہ ذکر آیا ہے کہ انھوں نے زر فدیہ ادا کیا تھا بلکہ اس کی حتمی مقدار بھی بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ ان میں سے اٹھارہ نے فدیہ کی گراں ترین شرح کے مطابق چار ہزار درہم فی کس ادا کئے تھے۔ باقی دو میں سے ایک نے دو ہزار درہم اور دوسرے نے ایک ہزار درہم کی ادائیگی کی تھی۔ اس طرح مجموعی رقم پچھتر ہزار درہم ہوئی۔ مزید دس قیدیوں کے بارے میں آیا ہے کہ انھوں نے بھی زر فدیہ کے بعد رہائی پائی تھی لیکن ان کے زر فدیہ کی شرح کا کوئی ذکر نہیں ہے[۲۲]۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عم زاد نوفل بن حارث بن عبد المطلب ہاشمی کے بارے میں روایت ہے کہ ان کو فدیہ میں ایک ہزار چھوٹے نیزے ادا کرنے کا حکم دیا تھا کیونکہ وہ تاجر اسلحہ تھے[۲۳]۔ بعض روایات میں ہے کہ عرب نسل کے قیدیوں کو چالیس اوقیہ چاندی یا سولہ سو درہم اور غیر عرب قیدیوں کو اس کا نصف ادا کرنا پڑا تھا[۲۴]۔ بہر حال اگر ان قیدیوں کا زر فدیہ گراں ترین شرح کے مطابق فرض کر لیا جائے تو کل فدیہ کی رقم ایک لاکھ پندرہ ہزار درہم ہو گی۔ اس میں چوبیس ہزار درہم کی وہ رقم بھی شامل کر دی جائے جو مال غنیمت کی شکل میں ہاتھ آئی تھی تو میزان ایک لاکھ انتالیس ہزار درہم ہو گا۔ صفی رسول اور سلب کی قیمت شامل کر لی جائے تو غزوہ بدر کا کل مال غنیمت ڈیڑھ لاکھ درہم سے کسی طور زیادہ نہ رہا ہو گا۔ مآخذ اور جدید محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ شرکاء بدر کو برابر مال غنیمت ملا تھا۔ اب اگر تین سو چھبیس مسلمانوں پر یہ رقم تقسیم کر دی جائے تو اوسط فی کس ۴۶۱.۵۷ درہم یعنی لگ بھگ ۴۶۲ درہم آتا ہے۔ کیا یہ خطیر رقم تھی اور کیا اس رقم سے مدنی مسلم معیشت کو کافی

فائدہ ہوا تھا؟

۲ھ / ۶۲۴ء کی تیسری مہم جس میں مسلمانوں کو مال غنیمت ملا غزوہ بنو قینقاع تھا۔ مدینہ کے اس پہلے متحارب یہودی قبیلے کے خلاف لڑی جانے والی اس جنگ میں مسلمانوں کو مشہور روایات کے مطابق اسلحے اور سناری کے اوزار مال غنیمت میں ملے تھے۔ ایک مغربی محقق کے مطابق اس کا بھی امکان ہے کہ ان اوزاروں کے ساتھ ساتھ اسلحہ سازی اور زرہ بکتر سازی کے اوزار بھی ملے ہوں[24] ان کی صحیح تعداد کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں مذکور ہے البتہ بعض قرائن اور ثبوت ایسے ملتے ہیں جن کی بنیاد پر ان کا ایک موٹا سا تخمینہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہودی جنگجو سپاہیوں کی تعداد سات سو بیان کی جاتی ہے جن میں سے چار سو دارع (مکمل زرہ پوش) تھے اور تین سو حاسر (بغیر زرہ و خود کے) تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب مال غنیمت (صفی) کے بارے میں آتا ہے کہ وہ تین کمانوں، تین تلواروں، تین نیزوں اور دو زرہ بکتروں پر مشتمل تھا[25] اگر صفی رسول کو معیار مان لیا جائے تو ہتھیاروں کی کل تعداد دو ہزار کمانوں اور اتنے ہی نیزوں اور تلواروں نیز چار سو زرہ بکتروں پر مشتمل رہی ہوگی جب کہ دشمن سپاہ کی تعداد کو معیار مان لینے کی صورت میں زرہ بکتروں کے سوا دوسرے اسلحہ کی تعداد لگ بھگ ایک تہائی رہ جاتی ہے۔ اس غزوہ میں نقد مال کچھ نہ ملا تھا البتہ کچھ پالتو مویشی ضرور ملے تھے۔ مشہور و مقبول عام روایات کے مطابق اصل قیمت ان کی جائدادوں کی تھی جو ان کی گڑھیوں (آطام) اور سوق (بازار) میں واقع ان کی سناری اور غالباً ان کی اسلحہ سازی کی دکانوں پر مشتمل تھیں[26] منقولہ مال غنیمت کی زیادہ سے زیادہ مالیت پچاس ہزار درہم رہی ہوگی۔ غیر منقولہ جائداد کی قیمت کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے تاہم اگر بنو قریظہ کے بارے میں ایک روایت معیار بن سکتی ہے تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس کی مالیت زیادہ سے زیادہ آٹھ نو لاکھ درہم رہی ہوگی۔ اگرچہ غزوہ بنو قینقاع میں مسلم مجاہدین کی تعداد کا صاف ذکر نہیں ملتا ہے تاہم یہ

اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تین ساڑھے تین سو مسلمانوں کی آبادکاری کیلئے معاشی امداد کتنی رہی ہوگی۔ مگر برکات احمد کی تحقیق ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع کو یہیں معاف کرکے ان کے علاقے میں بدستور رہنے دیا تھا۔[۲۸] اگر یہ صحیح ہے تو مسلمانوں کو صرف منقولہ مال غنیمت ہی ہاتھ لگا تھا جو کوئی بڑی مالیت کا نہ تھا۔ غزوہ بنی قینقاع کے سلسلہ میں ایک حقیقت دلچسپ بھی ہے اور فکر انگیز بھی۔ مشہور روایات کے مطابق اپنے اخراج سے پہلے بنو قینقاع کو تین دن کی مہلت اس غرض سے دی گئی تھی کہ وہ مدینہ کے مسلمانوں پر واجب اپنے قرض کی رقمیں وصول کریں اور انھوں نے درحقیقت انھیں وصول بھی کیا۔ اس حقیقت کی روشنی میں کیا جنگ کے اقتصادی محرکات کا نظریہ ہیچ اور دور از کار نہیں معلوم ہوتا؟

اس برس کے آخری غزوہ سویق میں مسلم سپاہیوں کو بھاگ گئے والے دشمن سے چند بوری ستو (سویق) ملا تھا جو کل مال غنیمت تھا۔[۲۹] ظاہر ہے کہ دو سو یا چار سو مسلم سپاہیوں کے حصے میں چند درہم مالیت کا سامان بھی نہ آیا ہوگا۔ پہلے ڈیڑھ برسوں کی ۱۲ مہموں میں سے کل چار میں مال غنیمت ملا تھا اور اس میں سے بھی دو میں محض برائے نام۔

۲۵- ۳ھ/۶۲۴ء میں کل سات مہمیں پیش آئیں۔ غزوہ کدر میں دو سو مسلمانوں پر مشتمل اسلامی فوج کو ایک روایت کے مطابق مجموعی طور سے پانچ سو اور دوسری روایت کے مطابق ۱۶۸۰ اونٹ ملے تھے۔[۳۰] واقدی نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے جس کے مطابق کل مال غنیمت کی مالیت پندرہ بیس ہزار درہم اور دوسری روایت کے مطابق اس کی تین گنی سے کچھ زیادہ رہی ہوگی۔ فی کس حصہ سو درہم اور زیادہ سے زیادہ تین چار سو درہم رہا ہوگا۔ اس برس کی پانچویں مہم سریہ قردہ میں حضرت زید بن حارثہ کے زیر قیادت سو مسلم سپاہیوں پر مشتمل دستے نے مشرقی شاہراہ تجارت پر جانے والے ایک مکی کارواں پر شب خون مارا اور سب سامانِ تجارت پر جو زیادہ تر خام چاندی

پر مشتمل تھا قبضہ کرلیا۔ اس کی مالیت ایک لاکھ درہم لگائی گئی جس میں سے بیس ہزار درہم مسلم ریاست کے خمس کے طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضۂ تصرف میں آیا[۳۱]۔ سو مسلمان مجاہدین کو فی کس آٹھ سو درہم حصہ ملا۔ اس برس کی چھٹی مہم غزوۂ احد میں مسلمانوں کو اپنے فتح کے لمحہ میں اچھا خاصا مال غنیمت ملا تھا لیکن اس کا بیشتر حصہ شکست و افراتفری کے عالم میں کھو گیا۔ تاہم روایت ہے کہ بعض مسلمان کچھ مال غنیمت اپنے قبضہ میں رکھنے میں کامیاب رہے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت عاصم بن ثابت تھے جن کو پچاس دینار یعنی چھ سو درہم کی ایک تھیلی ملی تھی۔ دوسرے عباد بن بشر تھے جو تیرہ مثقال (۱ مثقال = ۱½ درہم) کی ایک تھیلی لائے تھے۔ دونوں اپنا مال غنیمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے لیکن آپ نے ان میں سے کچھ خمس نہ لیا اور ان دونوں کو ان کا مال بخش دیا[۳۲]۔ ۳ھ کی کل یہی مہمیں تھیں جن میں مال غنیمت ملا تھا۔

۴ھ/۶۲۵-۲۶ء میں پیش آنے والی چھوٹی بڑی مہموں کی تعداد سات تھی۔ ان میں سے سریہ قطن میں شامل ایک سو پچاس مجاہدین میں سے ہر ایک کو سات اونٹ اور مجموعی طور سے بشمول خمس و صفی رسول ۱۲۶۰ اونٹ ملے تھے[۳۳] جن کی کل قیمت ساڑھے پچاس ہزار درہم کے لگ بھگ تھی یعنی فی کس تین سو درہم سے کم حصہ ملا تھا۔ اسی سال غزوۂ بنی نضیر ہوا جس میں مدینہ کا دوسرا بڑا یہودی قبیلہ مدینہ سے نکالا گیا۔ مسلمانوں کو ہتھیاروں کی شکل میں پچاس زرہ بکتر اور اتنے ہی آہنی خود اور تین سو چالیس تلواریں ہاتھ لگی تھیں۔ غالباً ماخذ کا بیان صحیح ہے کہ یہودی تارکین اپنی جلا وطنی کے سفر پر جاتے وقت بیشتر ہتھیار معاہدے کے خلاف اپنے کجاووں میں چھپا کر لے گئے تھے۔ ان ہتھیاروں کی قیمت چند ہزار درہم سے کسی طور زیادہ نہ تھی لیکن اصل قیمت کی چیز ان کی جائداد غیر منقولہ تھی جو گڑھیوں (آطام)، باغات (بساتین)، مکانات اور کھیتوں پر مشتمل تھی۔ واقدی کا بیان ہے کہ عرب دستور کے مطابق بنو نضیر بھی اپنے کھجور کے باغوں میں بڑے پیمانے پر کاشت (زرع کثیر) کرتے تھے۔ اس جائداد کی مکمل تفصیلات یا مالیت کے بارے میں ہمارے ماخذ خاموش ہیں البتہ

بعض اشارے ایسے ملتے ہیں جن کی بنا پر اس کی مالیت کا کچھ اندازہ ضرور ہوتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ جائدادیں غریب مہاجرین اور دو انصاری غریب حضرات سہل بن حنیف اور ابو دجانہ میں تقسیم کر دی گئی تھیں مگر دوسری روایات کے مطابق اموال بنی نضیر صفایا کے زمرہ میں شامل تھے یعنی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے جسے چاہتے تھے عطا فرماتے تھے۔ بعض عطا نصیبوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں حضرات حضرات ابو بکر و عمر کو دو کنویں اور ان سے متعلقہ آراضی بئر حجر اور بئر جرم نامی بالترتیب ملے تھے جب کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کو سعالہ نامی جائداد ملی تھی جو بعد میں مال سلیم کے نام سے بھی مشہور ہوئی۔ الفرطہ نامی جائداد حضرت صہیب بن سنان کو کلیتاً اور البویلہ نامی آراضی حضرات زبیر بن عوام اور ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو مشترکہ طور پر عطا کی گئی تھی۔ مذکورہ بالا دو انصاریوں کو ابن خرشہ یہودی کی جائداد ملی تھی۔ ایک روایت کے مطابق اہل بیت اور خاندان عبدالمطلب کو اموال بنی نضیر سے اتنے جو اور کھجور کا عطیہ ملتا تھا جو سال بھر کے لئے کفایت کرتا تھا۔ بہرحال ہمارے مذکورہ بالا مفروضہ معیار کے مطابق اس پورے غیر منقولہ مال کی مالیت سات آٹھ لاکھ درہم کے درمیان رہی ہوگی اور وہ اوسط معیار پر ایک ڈیڑھ ہزار مسلمان افراد کی آبادکاری کے لئے کافی رہی ہوگی مسلمانوں کو اس غزوہ میں نقد اور مال و اسباب کی صورت میں کچھ نہیں ملا تھا غزوہ بنی قینقاع کی طرح اس مہم کے اختتام پر جلا وطنی سے قبل یہودیوں نے مسلمانوں سے اپنے قرض کی رقمیں وصول کی تھیں۔ حضرت اسید بن حضیر پر ایک سو بیس دینار یعنی چودہ سو چالیس درہم کی رقم مع سود واجب تھی۔ قرض خواہ مہاجن ابو رافع سلام بن ابی الحقیق نے اپنے اصل مال یعنی اسی دینار یا نو سو ساٹھ درہم پر مصالحت کر کے رقم وصول کر لی تھی۔[۳۴]

۵ھ/۶۲۶-۲۷ء میں صرف پانچ مہمیں پیش آئیں جن میں سے تین میں مال غنیمت حاصل ہوا تھا جس کی مالیت اتنی کم تھی کہ ایک ہزار سپاہ کے حصے میں فی کس چند درہم بھی نہ پڑے ہوں گے۔ غزوہ مریسیع میں اسلحہ و اسباب کی غیر متعینہ مقدار کے علاوہ دو ہزار

اونٹ اور پانچ ہزار بھیڑ بکریاں مال غنیمت میں ملی تھیں۔ مزید دو سو خاندان قیدی بنا لیے گئے تھے مگر ان میں سے آدھے خاندانوں کو اس خوشی میں بلا معاوضہ رہا کر دیا گیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ بنت حارث خزاعی کی شادی ہو گئی تھی جب کہ باقی نصف نے زر فدیہ ادا کر کے رہائی پائی تھی۔ بعض قرینوں سے عام قیدی کا زر فدیہ چھ فرائض (صدقہ میں لیے جانے والے اونٹ) تھا۔ خود حضرت جویریہ نے اپنی آزادی کا معاوضہ نو اوقیہ سونا یعنی تقریباً چار ہزار درہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ادا کیا تھا[۳۵]۔ غالباً دو لاکھ درہم کا تخمینہ اس پورے مال غنیمت کا رہا ہوگا۔ غزوہ خندق میں مسلمانوں کو کوئی مال غنیمت نہیں ملا سوائے دو چار دشمن سپاہیوں کے سلب[۳۶] کے جن کی قیمت دو چار ہزار درہم بھی نہ رہی ہوگی۔

اس برس کی آخری جنگ جس میں مسلمانوں کو کافی دولت ملی غزوہ بنی قریظہ کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اسلحے میں پندرہ سو (۱۵۰۰) تلواریں، تین سو (۳۰۰) زرہ بکتر، دو ہزار (۲۰۰۰) نیزے اور پندرہ سو (۱۵۰۰) چمڑے اور لوہے کے خود اور ڈھالیں تھیں[۳۷]۔ عرفات[۳۸] اور برکات احمد[۳۹] کی تحقیق نے اب ثابت کر دیا ہے کہ بنی قریظہ کے قتل عام اور ان کے عورتوں اور بچوں کو غلام بنا کر بیچے جانے کی کہانی من گھڑت ہے تاہم اگر مقبول عام روایات کو تسلیم کر لیا جائے تو تقریباً ایک ہزار عورتیں اور بچے جن میں مؤخر الذکر کی تعداد تین گنے سے بھی زیادہ تھی غلام بنا کر بیچ دیئے گئے تھے[۴۰]۔ خود مدینے کے ایک یہودی تاجر ابو الشحم نے ان میں سے دو عورتوں اور ان کے چھ بچوں کو محض ایک سو پچاس دینار یا اٹھارہ سو درہم میں خرید لیا تھا۔ اس کے علاوہ اسباب میں گھریلو سامان (اثاث) برتن (آنیہ) کپڑے (ثیاب) ملے تھے۔ جانوروں میں اونٹ، گائے بکری بھیڑ شامل تھے اور ان سب سے بڑھ کر ان کی غیر منقولہ جائداد جو ان کے گڑھیوں (آطام) مکانات باغات اور کھیتوں پر مشتمل تھی مال غنیمت میں ہاتھ آئی تھی[۴۱]۔ مآخذ میں ان کے مسلم حصہ داروں کا کافی تفصیل کے ساتھ ذکر ملتا ہے۔ مسلمان مجاہدین کی تعداد تین ہزار (۳۰۰۰) افراد اور چھتیس (۳۶) گھوڑوں

پر مشتمل تھی اور جن کے مجموعی تین ہزار بہتر حصے لگائے گئے تھے روایت کے بموجب ہر مسلم شہسوار کو ۴۵ دینار[۳۲] یا پانچ سو چالیس درہم حصہ ملا تھا اور ہر پیادہ کو ۱۵ دینار یا ایک سو اسی درہم۔ اس طرح کل حصوں کی مجموعی رقم چھپن ہزار اسی دینار یا چھ لاکھ ساٹھ ہزار آٹھ سو چالیس درہم بنے گی۔ اس میں اگر صفی رسول اور خمس ریاست کی رقم شامل کر دی جائے تو لگ بھگ ستر ہزار دینار یا ساڑھے آٹھ لاکھ درہم آئے گی۔ مجموعی تخمینے یقیناً متاثر کرنے والے ہیں لیکن افراد پر فی کس تقسیم کی صورت میں اس مال غنیمت کی اصل حقیقت کھلتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ کی آبادی کا ایک حصہ بھی اوسط درجہ میں مالدار نہ ہوا تھا۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ غیر منقولہ جائداد سے چھ سات سو مسلم افراد یا سو پچاس خاندان مستقل طور سے صاحب جائداد ہو گئے ہوں گے کہ یہی بنو قریظہ کی کل آبادی تھی۔

مال غنیمت کے اعتبار سے ۶ھ/۶۲۷-۲۸ء سرایا کا سال تھا اگرچہ اس برس کل اکیس غزوات و سرایا واقع ہوئے تھے۔ اور جن مہموں میں مال غنیمت ملا ان کی کل تعداد صرف سات یعنی ایک تہائی تھی۔ محمد بن مسلمہ کے سریہ قرطاء میں کل ایک سو پچاس اونٹ اور تین ہزار بکریاں تیس نفری دستے کو ملی تھیں[۳۳] تین ماہ بعد عکاشہ بن محصن کے سریہ غمر میں چالیس نفری مسلم دستہ کو صرف دو سو اونٹ ملے تھے[۳۴] رجب کے ابو عبیدہ کے سریہ ذو القصہ میں معمولی تعداد و مقدار میں مویشی و اسباب ملا تھا[۳۵] حضرت زید بن حارثہ کے سریہ العیص میں میں ایک سو ستر مسلم مجاہدین کے دستے نے ایک قریشی کارواں پر چھاپہ مار کر کافی مقدار میں چاندی اور دوسرے مال و اسباب پر مشتمل سامان تجارت اور دو قیدی پکڑے لیکن بعد میں دختر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش و رشتہ داری کی بنا پر ایک قیدی آزاد اور سارا سامان واپس کر دیا گیا۔ صرف ایک قیدی کا زر فدیہ کل مال غنیمت تھا[۳۶] الطرف کے اپنے دوسرے سریہ میں حضرت زید کے پندرہ نفری دستے نے مال غنیمت میں دو سو اونٹ اور تقریباً ایک سو ستر بھیڑ بکریاں حاصل کیں[۳۷] اور اس برس کی صحابی موصوف

کی تیسری مہم میں اگرچہ کافی مال ملا تھا لیکن دشمنوں نے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا لہٰذا وہ سب کا سب واپس کر دیا گیا[۵۴]۔ سریہ فدک میں حضرت علی اور ان کے سو مسلم مجاہدین کو پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بھیڑ بکریاں مال غنیمت میں حاصل ہوئیں[۵۵]۔ اس برس کی آخری مہم جس میں ایک کنیز حاصل ہوئی تھی حضرت زید کی کمان میں بنو فزارہ کے ایک خاندان کے خلاف بھیجی گئی تھی۔ وہ باندی ایک مسلمان کے نکاح میں آگئی[۵۶]۔ اس طرح مجموعی طور سے کل گیارہ بارہ سو اونٹ اور سوا پانچ ہزار بھیڑ بکریاں تھیں اور دو قیدیوں میں سے ایک کنیز بنائی گئی جب کہ دوسرے نے زر فدیہ ادا کر دیا۔ اس پورے مال غنیمت کی مجموعی قیمت پچاس پچپن ہزار درہم سے زیادہ نہ تھی جس کو اگر تقریباً چار سو مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے تو فی کس سوا سو درہم حصہ پڑتا ہے۔

۷ھ/۶۲۸-۲۹ء کی پہلی مہم مسلم مجاہدین کے لئے کافی زرخیز ثابت ہوئی۔ یہ غزوہ خیبر تھا۔ اسلحہ کافی بڑی تعداد میں ہاتھ لگا تھا۔ دو دبابہ اور ایک مرمت طلب منجنیق کا بصراحت ذکر ملتا ہے مگر باقی دوسرے اسلحہ کی تعداد کا ذکر صرف خیبر کے سات قلعوں کے گروپ میں ایک میں ملتا ہے قلعہ القوس میں سو زرہ بکتر، چار سو تلواریں، ایک ہزار نیزے اور پانچ سو عربی کمانیں معہ اپنے ترکشوں کے ملی تھیں۔ مورخین کا دعویٰ ہے کہ خیبر میں یہودی جنگ جوؤں کی تعداد دس ہزار تھی اور وہ سب مسلح تھے۔ اس اعتبار سے اسلحہ کی مقدار کافی رہی ہوگی اور وہ ایک چھوٹی موٹی فوج کو کامل طور پر مسلح کر سکنے کی صلاحیت رکھتی ہوگی۔ اس کے علاوہ کافی بڑی تعداد میں جس کی صراحت نہیں ملتی مویشی، کھالیں اور اسباب بھی ملا تھا۔ مال و اسباب میں ہر قسم کا گھریلو سامان (اثاث) کپڑے اور چادریں (بز اور قطائف) چاندی سونے اور دوسری دھاتوں اور مٹی کے برتن (اوانی) چمڑے کے فرش و فروش اور جاجمیں (زرابی)، نقد وجنس کے دفینے اور کافی مقدار میں جانور دں کا چارہ شامل تھا۔ غذائی اجناس میں جو، کھجور، گھی (سمن)، شہد، تیل (زیت) اور مکھن (ودک) شامل تھا۔ صرف قلعہ صعب بن معاذ میں غنی کا مدار کپڑے کے مس نقان دعم،

اور پندرہ سو چادریں (قطائف) ملی تھیں۔ ابی الحقیق یہودی کے مدفون خزانے سے جو زیورات و نقد حاصل ہوا تھا ان میں بازو بند (اسورہ) کڑے (دمالف) جھانجھریں (خلاخل) چھوٹی انگوٹھیاں (خواتم)، بھوئے (فتح) طلائی آویزے (قیراط) اور موتی کے ہار (نظم) کے علاوہ سونے چاندی کے سکے بھی شامل تھے۔ کھانے پینے کی اشیاء اور چارے کے بارے میں ذکر آیا ہے کہ ان کا ذخیرہ سال بھر کے لئے یہودی ساکنان خیبر کے لئے کافی ہوتا تھا۔ بہر حال اس سلسلے میں یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہئے کہ سات قلعوں کے گروپ میں سے صرف دو النطاۃ اور الشق کی فتح کے بعد یہودیوں نے بقیہ پانچ گروپوں، الکتیبہ، الوطیح، سلالم وغیرہ کی فتح سے پہلے صلح کر لی تھی لہٰذا جو کچھ مال غنیمت ملا تھا اس کا تعلق پہلے دو گروپوں کے مفتوحہ قلعوں سے تھا اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو نقد و جنس میں زیادہ سے زیادہ ۲/۱ حصہ ہاتھ لگا تھا۔ ایک حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلم شہسوار کو ۱۳ دینار اور پیادہ کو اس کا تہائی حصہ کل نقد و جنس مال غنیمت سے ملا تھا۔ اس طرح غیر منقولہ مال کی مالیت دس ہزار دینار یا ایک لاکھ بیس ہزار درہم کے قریب ہوتی ہے اس میں ہتھیاروں اور اشیاء خورد و نوش کی قیمت شامل نہیں ہے۔ صلح کے مطابق مسلم فاتحین کو، جن کی تعداد سولہ سو تھی، یہودی غیر منقولہ جائداد پر جو باغات کھیتوں مکانات اور قلعوں پر مشتمل تھی مالکانہ حقوق حاصل ہو گئے تھے اور اس کے نتیجہ میں خیبر کی کل پیداوار کے نصف کے وہ مستحق بن گئے تھے خیبر کی پیداوار میں سے مسلمانوں کا نصف حصہ حسب ذیل تھا۔

کھجور	۴۰,۰۰۰	وسق
جو	۱۵,۰۰۰	صاع
نوی	۵,۰۰۰	صاع [۵۴]

خیبر کے مال غنیمت میں اصل اہمیت اس غیر منقولہ جائداد سے ملنے والی پیداوار کی ہے جس نے مسلم مجاہدین کو ایک مستقل آمدنی کا ذریعہ فراہم کیا تھا لیکن

یہ واضح رہے کہ یہ ذریعہ آمدنی صرف سولہ سو مجاہدین یا ان کے حصص کے خریداروں اور کچھ غریب مسلمانوں تک محدود تھا۔ ان حصوں کی مالیت کا اندازہ کچھ واقعات سے ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو غفار کے ایک مجاہد کا حصہ خیبر دو اونٹوں (بعیرین) کے عوض خریدا تھا جب کہ حضرت ثبیتہ بنت حنظلہ اسلمیہ نے ایک بعیر سات دینار یا ۸۴ درہم میں بیچا تھا۔ [۵۵] بعد میں (غالباً عہد عثمانی و عہد معاویہ میں) بالترتیب حضرت عثمان نے اشعریوں سے ان کے سو وسق کھجور کا حصہ اور رہاویوں نے اتنا ہی حصہ حضرت معاویہ کے ہاتھ پانچ ہزار دینار [۵۶] یا ساٹھ ہزار درہم کے عوض بیچ دیا تھا۔ بہرحال عہد نبوی میں ایک حصہ کی قیمت دو سو درہم کے لگ بھگ تھی اور اس طرح مجموعی حصوں کی قیمت تین لاکھ ساٹھ ہزار درہم بنتی ہے۔ اس میں نوے ہزار درہم کی رقم خمس میں شامل کر دی جائے تو مجموعی مالیت ساڑھے چار لاکھ درہم کے قریب ہو جاتی ہے۔ ہتھیار اور سامان خورد و نوش کو بھی شامل کرنے کے بعد پانچ لاکھ درہم کل مالیت بنتی ہے۔

خیبر کے ارد گرد واقع دوسری تین یہودی بستیوں سے خیبر جیسی شرائط پر صلح ہوئی تھی اور ان کی پیداوار کا نصف مسلم مجاہدین کا حصہ ٹھہرا تھا۔ یہ بستیاں فدک، وادی القریٰ، اور تیما تھیں۔ ان میں سے موخر الذکر کے بارے میں آیا ہے کہ اس نے جزیہ پر صلح کی تھی [۵۷] ان بستیوں سے حاصل شدہ مال کی قیمت کا بصراحت ذکر نہیں ملتا۔ البتہ فدک کے بارے میں عہد فاروقی کا ایک تخمینہ یہ ملتا ہے کہ اس کے یہودی باشندوں کو جب جلاوطن کیا گیا تھا تو ان کے نصف حصے کی قیمت پچاس ہزار درہم ٹھہری تھی جو ان کو ادا کی گئی تھی [۵۸] گویا ان کی کل اراضی کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ بہرحال ایک موٹے سے اندازے کے مطابق خیبر اور اس کی تین نواحی بستیوں کی اراضی اور ان سے حاصل ہونے والے تمام نقد و جنس کے مال غنیمت کی مالیت حد سے حد دس لاکھ درہم رہی ہوگی۔

اس برس کی دوسری مہموں میں سریہ نجد میں حضرت ابوبکر کو برا تمام مال غنیمت

ملا تھا[۶۰] جب کہ سریہ فدک رہزنوں کے ایک قبیلہ سے غالب بن عبداللہ اور ان کے دو سو ساتھیوں کو ستره سو اونٹ یا ان کی مالیت کے دوسرے مویشی ہاتھ لگے تھے اسی طرح صحابی موصوف نے اپنی میفعہ کی مہم میں اور حضرت بشیر بن سعد نے جناب کی مہم میں جو بالترتیب ایک سو تیس اور تین سو افراد پر مشتمل تھیں اور جن کی حیثیت تعزیری تھی خاصے مویشی ملے تھے[۶۱] اندازہ یہ ہے کہ ان چھوٹی چھوٹی مہموں سے کل مال غنیمت پچاس ہزار درہم سے کسی طرح بھی زیادہ نہ رہا ہوگا۔

سنہ ہجری کے آٹھویں برس لگ بھگ بیس مہمیں پیش آئیں۔ سریہ کدید میں دس نفری مسلم دستے کو مویشیوں اور قیدیوں کے زر فدیہ کی شکل میں کچھ مال غنیمت ملا تھا لیکن اس کی مالیت کا ذکر نہیں ملتا[۶۲]۔ البتہ دوسری مہم سریہ بنی میں چار سو تیس اونٹ یا ان کے برابر بھیڑ بکریاں ملیں[۶۳] غزوہ موتہ میں سلب کی شکل میں کچھ مال ملا تھا جس میں ایک دشمن سپاہی کا خود بھی تھا اور اس میں ایک موتی (یاقوتہ) جڑا ہوا تھا جس کی قیمت عہد فاروقی میں سو دینار یا بارہ سو درہم لگی تھی[۶۴] سریہ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن عاص اور ان کے تین سو ساتھیوں کو چند مویشی اور اونٹ ملے تھے جو صرف ان کی غذا کے کام آئے[۶۵] سریہ خضرہ میں سولہ نفری مسلم دستے کو دو سو اونٹ اور ایک ہزار بھیڑ بکریاں حاصل ہوئیں۔ ان کے علاوہ کچھ قیدی بھی پکڑے گئے تھے جن سے زر فدیہ ملا[۶۶] اندازہ ہے کہ ان مہموں میں حاصل شدہ مال غنیمت کی مالیت چالیس پچاس ہزار درہم سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ مگر اس برس کا سب سے بڑا مال غنیمت نقد و جنس کی شکل میں غزوہ حنین میں ملا تھا۔ اس میں چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکری اور چار ہزار اوقیہ چاندی (تقریباً ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم) نقد حاصل ہوا تھا۔ قیدی تو سب کے سب بلا معاوضہ صلۂ رحمی میں آزاد کر دیئے گئے تھے۔ البتہ بارہ ہزار مسلم سپاہ میں ہر شہسوار کو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بھیڑ بکری اور ہر پیادہ کے حصہ میں اس کے ایک تہائی

آئے تھے[۶۵] مال غنیمت کی کل مالیت گیارہ لاکھ بیس ہزار درہم بنتی ہے۔

سنہ ۹ھ کی نو مہموں میں سے آٹھ میں کچھ نہ کچھ مال غنیمت ضرور ملا تھا تاہم اس کی مقدار بہت کم تھی۔ سریہ انباء میں کچھ قیدی اور غالباً کچھ سامان بھی ہاتھ لگا تھا۔ ان قیدیوں میں کچھ بلا معاوضہ انسانیت کے ناتے رہا کر دیئے گئے تھے جب کہ کچھ نے زر فدیہ ادا کیا تھا۔[۶۶] سریہ قطبہ بن عامر میں سو اونٹ یا ان کے مساوی مویشی ملے تھے[۶۷] اس برس کی پانچویں مہم حضرت علی کے سرکردگی میں ڈیڑھ سو کی مسلم فوج کو فلس کے علاقے سے کافی مویشی اور قیدی ملے تھے[۶۸] غزوہ تبوک کے دوران حضرت خالد بن ولید کے سوا چار سو کے لگ بھگ دستے کو دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو ڈھالیں اور زرہ بکتر اور اتنے ہی نیزے ملے تھے سنہ ۱۰ھ کی اکلوتی مہم میں حضرت علی کے سپاہیوں کو یمن میں کچھ مویشی، کپڑے اور قیدی ہاتھ لگے تھے اور ان میں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پرانے عزیز دوست حضرت ضماد بن ثعلبہ ازدی کے قبیلہ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کو قرابت نبوی کی بنا پر واپس کر دیا گیا تھا۔[۶۹] ان دو برسوں کی کل مہموں میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کی مجموعی مالیت پانچ لاکھ درہم سے کسی طور زیادہ نہ رہی ہو گی۔

عہد نبوی میں پیش آنے والے تمام سریوں اور غزوں میں یہی کل مال غنیمت ہاتھ لگا تھا۔ اگر ان تمام مہموں کا تجزیہ کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کل مہموں کے صرف ایک تہائی یا اس سے کچھ زیادہ میں مال غنیمت ملا تھا۔ اور بیشتر مہموں میں وہ بہت معمولی تھا۔ جہاں تک مجموعی تخمینہ کا تعلق ہے وہ قریب ساٹھ لاکھ درہم کے آتا ہے جو بظاہر کافی بڑی اور خیرہ کن رقم معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت اسلامی ریاست اور مسلم معاشرہ کو اتنی آمدنی نہیں ہوئی تھی۔ ہمارے مورخین اور تجزیہ نگار بہت سے عوامل اور حقائق سے آنکھیں موند لیتے ہیں جن سے مال غنیمت کی قدر و قیمت کافی

گھٹ جاتی ہے۔ لہٰذا مدنی معیشت میں اس ذریعہ آمدنی کے حصہ تناسب کو جاننے کے لئے ان حقائق کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

اول یہ کہ اموال غنیمت سے حاصل ہونے والی کل رقم کتنے افراد امت کے لئے کافی رہی تھی؟ بعض حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عام حالات میں ایک اوسط درجہ کے خاندان کے لئے اوسط درجہ کا خرچ ایک سال میں تقریباً تین ہزار درہم میں چلتا تھا۔[۳۴] اس اعتبار سے مذکورہ بالا تخمینہ کردہ رقم محض دو ہزار ساٹھ خاندانوں کے لئے کافی ہو سکے گی۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ دس سالہ مہم جوئی کے نتیجہ میں محض آمدنی ہی نہیں ہوئی تھی بلکہ مہموں کی تنظیم، ترتیب ہتھیاروں کی خرید و حصول، سپاہیوں کی خورد ونوش ولباس اور سواری کے جانوروں وغیرہ کی فراہمی پر بھی کافی خرچ آتا تھا۔ ہر مہم کے بارے میں الگ الگ یا مکمل خرچ کی تفصیل تو نہیں ملتی لیکن خوش قسمتی سے بعض اشارے، حوالے اور نکات ایسے ملتے ہیں جو مصارف کا ایک موٹا سا اندازہ ضرور فراہم کر دیتے ہیں۔ غزوہ احد پر تین ہزار کے مکی لشکر نے لگ بھگ پچاس ہزار دینار یا[۳۵] چھ لاکھ کی رقم صرف کی تھی۔ فتح مکہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ نے غریب مسلمانوں میں تقسیم کرنے اور دوسری ضروریات پوری کرنے کے لئے ایک لاکھ تیس ہزار درہم تین مالدار مکیوں سے قرض لئے تھے۔[۳۶] اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دس ہزار کے لشکر پر کتنا خرچ آیا ہوگا۔ غزوہ تبوک کی تیاری پر تقریباً ستر ہزار درہم حضرت عثمان بن عفان نے تنہا خرچ کئے تھے جو ایک روایت کے مطابق لشکر کے کل مصارف کا ایک تہائی تھا۔[۳۷] یعنی کل دو لاکھ دس ہزار کی رقم خرچ ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ تیس ہزار سپاہ، بیس ہزار اونٹوں اور دس ہزار گھوڑوں پر مشتمل لشکر گراں کا یہ کل خرچ نہ تھا بلکہ صرف ان غریب مجاہدین کے ساز و سامان اور سواری کا خرچ تھا جو اپنے ذرائع سے اس کا انتظام نہیں کر سکتے تھے۔ ان شہادتوں کی روشنی میں ان مصارف کا اندازہ لگایا جا

سکتا ہے جو دس سال کے عرصے میں پیش آنے والی مہموں پر ہوئے تھے۔ ان مہموں میں ۲۴ دس افراد سے کم پر مشتمل تھیں جب کہ ۷ مہمیں سو دو سو سپاہیوں کے درمیان ۵ دو سو تین سو کے بیچ، ۲ تین چار سو افراد پر، تین چار پانچ سو سپاہ پر، ایک سات سو سپاہیوں پر اور دو تین ہزار سپاہ پر مشتمل تھیں۔ جب کہ غزوات میں ایک سو سے کم مجاہدین پر، پانچ دو سو افراد پر، تین تین سو اور چار سو پر، دو چار سو اور پانچ سو سپاہیوں پر اور اتنی ہی چھ سو سات سو افراد، چھ ایک ہزار سے دو ہزار اشخاص پر، دو تین ہزار سپاہ پر اور اتنی ہی بارہ ہزار سپاہ پر اور ایک ایک بالترتیب دس ہزار اور تیس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھیں[۷۶]۔ اس طرح کل مسلم سپاہ کی تعداد تقریباً ایک لاکھ افراد تک ہو سکتی ہے۔ غزوہ احد پر قریشی خرچ کے مطابق ان پر اوسط خرچ پندرہ سولہ لاکھ دینار یا لگ بھگ دو کروڑ درہم خرچ آنا چاہیے لیکن اگر مسلمانوں کی کمزور معیشت اور اقتصادی ابتری کے پیش نظر ایک چوتھائی سے بھی کم فرض کر لیا جائے تو چالیس پچاس لاکھ درہم سے کسی طور پر کم نہ رہا ہوگا۔

اس کے علاوہ مسلمانوں نے اپنے جنگی قیدیوں پر اپنی گرہ سے خرچ کیا تھا۔ بدر کے قیدیوں کو کھلایا پلایا اور بہتر سے بہتر طریقے سے رکھا یہاں تک کہ بعض خود بھوکے رہے مگر ان کے کھانے پینے میں کمی نہ کی[۷۷]۔ جنگ حنین کے قیدیوں کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ہزار نئے کپڑے خرید کر منگوائے اور اپنے برہنہ دشمنوں کی پردہ پوشی کی[۷۸]۔ اس کے علاوہ کئی اور موقعوں پر اپنے قیدیوں کے کھانے پینے اور لباس پر خاصا خرچ کیا۔

اسی ضمن میں یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ بعض معرکوں میں مسلمانوں کو خاصا مالی نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ غزوہ احد میں مسلمانوں کی کھڑی فصلیں تباہ کر دی گئیں[۸۰]۔ واقدی نے اس سلسلہ میں کافی اہم تفصیلات فراہم کی ہیں۔ کرز بن جابر فہری نے معرکہ آرائی باقاعدہ شروع ہونے سے پہلے مدینہ کی چراگاہ پر غارت گری کی تھی[۸۱]۔ اسی طرح

بدر کے دوسرے سال ابوسفیان کے زیر قیادت ایک مکی دستے نے مدینہ کے باغوں اور کھیتوں کو تاراج کر دیا تھا[۸۲]۔ غزوہ خندق کے موقع پر مدینہ کے محاصرہ کے دوران احزاب کے مختلف شرکا نے مدینہ کے اردگرد کافی توڑ پھوڑ مچائی تھی[۸۳]۔ حضرت زید بن حارثہ کی سرکردگی میں جانے والا مسلمانوں کا ایک تجارتی کارواں لوٹ لیا گیا تھا[۸۴]۔ یہ اور ایسے متعدد واقعات ہیں جو بتاتے ہیں کہ فوجی و جانی نقصانات کے علاوہ جو کہ معرکہ آرائی میں ناگزیر ہیں مسلم معاشرہ کو مالی نقصانات بھی کافی اٹھانے پڑے تھے۔ اگرچہ ان کا تناسب اموال غنیمت کی آمد کے مقابلے میں کافی کم تھا تاہم ان کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے کیونکہ جنگ و جدال میں اموال غنیمت کے حصول اور مہموں پر اخراجات اور دوسرے مالی نقصانات کے وقوع کے درمیان موازنے اور مصارف کو آمدنی سے منہا کرنے کے بعد ہی صحیح میزان نکلتا ہے۔

اب آخر میں ایک نکتہ پر غور کرنا رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ آخر مدنی مسلم معیشت میں جنگوں اور معرکوں سے حاصل شدہ مال غنیمت کا تناسب کیا تھا؟ ظاہر ہے کہ مسلم اقتصادی و مالی نظام کا مطالعہ بحث طلب بھی ہے اور وقت طلب بھی لیکن مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ مسلم معاشرہ کے متعدد ذرائع آمدنی تھے جن میں تجارت، زراعت، صنعت و حرفت اور مزدوری خاص تھے۔ ان میں سے اول الذکر دو ذریعے مسلم معیشت کی ریڑھ کی ہڈی تھے۔ اور ان کے ذریعہ مسلمانوں نے ہجرت کے بعد عہد نبوی ہی میں کافی دولت جمع کر لی تھی۔ حضرت عثمان بن عفان نے تبوک کے موقعہ پر تنہا ستر ہزار درہم مسلم فوج کے لئے فراہم کئے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ رقم ان کی کل دولت نہ تھی۔ ان کے علاوہ حضرات ابوبکر، عمر، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ بن عبید اللہ تیمی، سعد بن ابی وقاص، سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ، عباس بن عبدالمطلب، عاصم بن عدی، محمد بن مسلمہ اور متعدد دوسرے مہاجر و انصاری دولتمندوں میں تھے جن کی منقولہ و غیر منقولہ جائدادیں لاکھوں درہم سے متجاوز تھیں

اور یہ سب کی سب تجارت یا زراعت کے ذریعہ حاصل کی گئی تھیں[۸۵] چنانچہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کل پچیس ہزار مسلم خاندان اسلامی ریاست میں تھے اور ہر مسلم خاندان اوسطاً محض تین ہزار درہم سالانہ جو سب سے کم تھا خرچ کرتا تھا تو ایک سال کا کل خرچ سات کروڑ پچاس لاکھ درہم آئے گا اور دس سال کا اوسط پچھتر کروڑ درہم ہوگا۔ اس کے مقابلے مال غنیمت کی مجموعی رقم کا تناسب ایک فیصد سے کچھ زیادہ آئے گا اور مہموں پر مصارف اور دوسرے مالی نقصانات کو منہا کرنے کی صورت میں تو برائے نام رہ جائے گا۔

لیکن ان اعداد و شمار سے اس غلط فہمی میں نہ پڑ جانا چاہئے کہ اموال غنیمت کا مسلم معیشت میں کوئی حصہ ہی نہ تھا یا مسلمانوں کو اس کی اقتصادی اہمیت کا اندازہ نہ تھا۔ دراصل اس ذریعہ آمدنی کا اصل حصہ و کردار مسلم معیشت کو مستحکم کرنے میں خاصا اہم رہا تھا۔ بہت سے مسلم مجاہدین نے اسی ذریعہ آمدنی سے غیر منقولہ جائدادیں خریدی تھیں اور پھر ان کی بنیاد پر پہلے اپنی ذاتی اور نتیجہ میں ملی اقتصادیات و معیشت کو مستحکم بنایا تھا۔ اموال غنیمت کے اقتصادی پہلوؤں سے اسلامی معاشرہ کو کسی درجہ میں انکار نہیں تھا اور نہ اب کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں دو اہم نکتوں کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے اول یہ کہ اموال غنیمت سیاسی و مذہبی محرکات و عوامل کی بنا پر لڑی جانے والی مہموں کا نتیجہ تھے نہ کہ خود ایک عامل و محرک۔ دوسرے یہ کہ مسلم معیشت میں ان کا تناسب و کردار اتنا تھا کہ انھوں نے ایک نقطہ آغاز فراہم کر دیا تھا اور بس۔

تعلیقات و حواشی

لہ اس نظریہ کی ابتدا، تو دراصل ابتدائی مغربی مورخین کی جارحانہ تحریروں میں ہوئی تھی مگر اس کی علمی انداز میں تشریح و تعبیر لیون کیتانی (LEON CAETANI) نے اپنے شاہکار

ANNALI DELL ISLAM اور دوسری تصانیف میں کی ہے۔
۵۲ ملاحظہ ہو کارل بروکلمن (CARL BROCKELMANN)، HISTORY
OF THE ISLAMIC PEOPLES، لندن ۱۹۶۹ء ص ۲۳، ص ۲۴، اور ص ۲۵،
فرانسسکو جبریلی (FRANCESCO GABRILI) MOHAMMAD
AND THE CONQUEST OF ISLAM، لندن ۱۹۶۸ء، ص ۶۸، ص ۶۹-۷۰، فلپ کے
حتی (P.K. HITTI) ISLAM: A WAY OF LIFE، لندن
۱۹۷۰ء ص ۱۸-۱۵ ۵۳ فرانسسکو جبریلی، مذکورہ بالا ۵۴ مونٹگمری واٹ
(MONTGOMERY WATT) MUHAMMAD AT MEDINA
آکسفورڈ ۱۹۶۸ء، ص ۲-۹ ۵۵ ملاحظہ ہو: وان گرونی بام (VON GRUNEBAUM)
CLASSICAL ISLAM، لندن ۱۹۷۰ء ص ۲۴، ۲۵۔ ۵۶ کارل بروکلمن اور
اس صدی کے بیشتر مغربی مصنفین اسی کے قائل ہیں۔ ۵۷ مونٹگمری واٹ، فرانسسکو
جبریلی اور ہٹی کی مذکورہ بالا تصنیفات اور دوسری تحریریں اسی نظریہ کی ترجمان ہیں۔
۵۸ ملاحظہ ہو شاہ سلیمان منصورپوری، رحمۃ للعالمین، لاہور ۱۹۲۱ء، دوم ص ۲۱۹-۲۴۰
۵۹ محمد بن عمر واقدی، کتاب المغازی، مرتبہ مارسدن جونس (MARSDEN JONES)
لندن ۱۹۶۶ء ص ۴-۲ ۶۰ لیون کیتانی اور مونٹگمری واٹ، مذکورہ بالا خاص کر
موخر الذکر کی تصنیف کا ضمیمہ ب (EXCURSUS B) ص ۳۴- ۳۳۹
۶۱ مثلاً سریہ بئر معونہ اور سریہ رجیع دونوں تبلیغی جماعتوں کو فوجی رنگ دے دیا گیا ہے۔ یا
عمرۃ القضیہ کو بھی جو محض حج کا سفر تھا فوجی مہم بنا دیا گیا ہے۔
۶۲ واقدی، کتاب المغازی، ص ۱۳-۶، ابن اسحاق، سیرۃ رسول اللہ، انگریزی ترجمہ
اے گلیوم (A. GUILLUME)، لندن ۱۹۵۵ء، ص ۲۸۱-۸۶، ابن سعد، الطبقات
الکبریٰ، دار صادر بیروت ۱۹۵۷ء دوم ص ۱۰-۹، طبری، تاریخ طبری، مرتبہ محمد ابو الفضل
ابراہیم، قاہرہ ۱۹۶۶ء، دوم ص ۴۰۳-۹، بلاذری، انساب الاشراف مرتبہ محمد حمید اللہ، قاہرہ ۱۹۵۹ء

اول صـ۲۷ـ ۲۷۰ ۱۳ ابن اسحاق صـ۲۹۸، واقدی، صـ۱۵، ابن سعد، دوم صـ۱۱
طبری، دوم صـ۲۱۳، بلاذری، اول صـ۳۷۲-۳۷۳ ۱۴ کارل بروکلمن، ہٹی، فرانسسکو جبرئیلی
اور مونٹگمری واٹ کی مذکورہ بالا تصانیف ۱۵ واقدی، صـ۱۰۳-۱۰۰، ابن سعد، دوم
صـ۱۹-۱۸، بلاذری، اول صـ۲۹۲ ۱۶ واقدی، صـ۱۰۱-۱۰۰ ۱۷ واقدی ایضاً
۱۸ غزوہ ذات الرقاع کے دوران (محرم ۵ھ / جون ۶۲۶ء میں) رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت جابر سے ایک اونٹ چالیس درہم میں خریدا تھا۔ دلچسپ بات یہ
ہے کہ آپ نے پہلے اس کی قیمت صرف ایک درہم لگائی تھی اور حضرت جابر کے انکار پر مول بڑھاتے
گئے حتیٰ کہ چالیس درہم پر سودا طے ہوا، ملاحظہ ہو واقدی صـ۴۰۰-۴۰۰ ۱۹ واقدی صـ۹۸
۲۰ مکمل بحث کے لئے ملاحظہ ہو ابن اسحاق صـ۱۸-۳۱۱، واقدی صـ۴۴-۱۳۸، بلاذری،
اول صـ۴-۳۰۱ ۲۱ یعقوبی، تاریخ یعقوبی، بیروت ۱۹۶۰ء، دوم صـ۶۴۔
۲۲ واقدی، صـ۴۳-۱۴۲، بلاذری، صـ۳-۳۰۲ نیز ملاحظہ ہو ابن اسحاق، صـ۳۱۲
۲۳ محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ (انگریزی)، صـ۲۱ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ
عـ۸۳۲۶ ۲۴ کنز العمال، پنجم عـ۵۲۶۷ ۲۵ مونٹگمری واٹ، مذکورہ بالا صـ۲۰۹
۲۶ واقدی صـ۹-۱۷۷، ابن سعد، دوم صـ۳-۲۹، بلاذری، اول صـ۳۰۹
۲۷ واقدی صـ۱۸۱، بلاذری، اول صـ۳۰۹ ۲۸ برکات احمد، MUHAMMAD
AND THE JEWS دہلی ۱۹۸۰ء صـ۶۶-۶۲ ۲۹ ابن اسحاق صـ۳۶۱، واقدی صـ۸۲-۱۸۹،
ابن سعد دوم صـ۳۱-۳۰، بلاذری، اول صـ۳۱۰ ۳۰ واقدی صـ۱۸۳، ابن سعد دوم صـ۳۱
بلاذری، اول صـ۳۱۰ ۳۱ واقدی صـ۱۹۸، ابن سعد، دوم صـ۳۶، بلاذری، اول،
صـ۳۷۴ نیز ملاحظہ ہو ابن اسحاق، صـ۴۶۴ ۳۲ واقدی صـ۳۲-۲۳۱
۳۳ واقدی صـ۳۴۵ نیز ملاحظہ ہو ابن سعد دوم صـ۵۰ اور بلاذری، اول صـ۵-۳۷۴
۳۴ واقدی صـ۷۸-۳۶۹، ابن سعد، دوم صـ۵۸، بلاذری، اول صـ۴۲۹، نیز ملاحظہ ہو ابن
اسحاق صـ۳۹-۳۷۴، قاضی ابو یوسف، کتاب الخراج، قاہرہ ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء صـ۳۹، یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج

ص ۲۱۱، نیز ابن سعد، سوم ص ۱۳۲-۱۳۳   ۳۵ واقدی ص ۴۱۲-۴۱۳، ابن سعد، دوم ص ۶۲
بلاذری، اول ص ۳۴   ۳۶ واقدی ص ۴۱۲-۴۱۳، ابن سعد دوم ص ۶۴، بلاذری، اول ص ۳۴-۳۵
۳۷ ابن اسحاق ص ۴۵۵-۴۶۱   ۳۸ واقدی ص ۵۱۰   ۳۹ ڈبلو۔ این۔ عرفات
"NEW LIGHT ON THE STORY OF B QURAYZA AND THE-
-JEWS OF MEDINA" جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی، لندن ۱۹۷۶ء، دوم
ص ۱۰۰-۱۰۷   ۴۰ مذکورہ بالا ص ۹۶-۱۰۷   ۴۱ واقدی ص ۵۲۳
۴۲ واقدی ص ۵۱۰-۵۲۲، ابن سعد، دوم ص ۵۸، بلاذری، اول ص ۳۷۴   ۴۳ واقدی ص ۵۲۴
۴۴ واقدی ص ۵۲۴-۵۲۵، ابن سعد، دوم ص ۵۸، بلاذری اول ص ۳۷۶   ۴۵ واقدی ص ۵۵۰
ابن سعد دوم ص ۸۵، بلاذری اول ص ۳۷۷   ۴۷ واقدی، ص ۵۵۳-۵۵۴، ابن سعد، دوم
ص ۸۷، بلاذری، اول ص ۳۷۷   ۴۸ واقدی ص ۵۵۵، ابن سعد ایضاً، بلاذری ایضاً
۴۹ واقدی ص ۵۵۹   ۵۰ واقدی ص ۵۶۳، ابن سعد، دوم ص ۹۰   ۵۱ واقدی ص ۵۶۵
۵۲ واقدی ص ۶۶۳-۶۶۴   ۵۳ واقدی ص ۶۶۴-۶۷۱ نیز ملاحظہ ہو مونٹگمری واٹ،
مذکورہ بالا ص ۲۱۸   ۵۴ واقدی ص ۶۹۱-۷۱۹ نیز ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۵۲۲-۵۲۵
طبری، سوم ص ۲۰-۲۱، ابو یوسف، مذکورہ بالا ص ۵۱   ۵۵ واقدی ص ۶۸۷-۶۸۸
۵۶ واقدی ص ۷۰۲   ۵۷ واقدی ص ۷۰۶-۷۰۷ ابن اسحاق ص ۵۲۳، بلاذری
اول ص ۵۲۳، طبری، سوم ص ۱۵ وغیرہ   ۵۸ واقدی ص ۷۰۷، نیز ملاحظہ ہو بلاذری
فتوح البلدان، قاہرہ ۱۹۳۲ء ص ۵۴   ۵۹ ابن اسحاق ص ۵۱۵-۵۲۳، طبری، سوم ص ۱۵
واقدی ص ۷۱۱، بلاذری، اول ص ۳۵۲   ۶۰ بلاذری، اول ص ۳۷۹   ۶۱ واقدی
ص ۷۲۷-۷۲۸، ابن سعد، دوم ص ۱۱۹-۱۲۰   ۶۲ واقدی ص ۷۵۱، ابن سعد، دوم ص ۱۲۵
بلاذری، اول ص ۳۷۹   ۶۳ واقدی ص ۷۵۳-۷۵۴، ابن سعد، دوم ص ۱۲۷، بلاذری، اول ص ۲۸۰
۶۴ واقدی ص ۷۷۹   ۶۵ واقدی ص ۷۷۱   ۶۶ واقدی ص ۷۸۰ ابن سعد
دوم ص ۱۳۲، نیز ملاحظہ ہو بلاذری، اول ص ۳۸۱   ۶۷ ابن اسحاق ص ۶۹۲، واقدی ص ۹۲۲-۹۲۵

ابن سعد، دوم ص۳۵-۱۳۴ اور ص۱۵۴ ؎۶۸ ابن اسحاق ص۱۶۷، بلاذری اول ص۳۸۲
؎۶۹ واقدی ص۵۵۷، ابن سعد، دوم ص۱۶۲ ؎۷۰ واقدی ص۹۹۴-۹۵، ابن سعد دوم
ص۱۶۴، بلاذری، اول ص۳۸۲ ؎۷۱ واقدی ص۲۹-۱۰۲۷، ابن سعد، دوم ص۱۶۶
؎۷۲ واقدی ص۸۱-۱۰۸۰، ابن سعد، دوم ص۱۷۰، بلاذری، اول ص۳۸۴، نیز ملاحظہ ہو طبری
سوم ص۳۲-۱۳۱ ؎۷۳ ابن سعد، سوم ص۱۸۵ ؎۷۴ واقدی ص۲۰۰-۱۹۹
؎۷۵ واقدی، ص۶۴-۸۶۲ ؎۷۶ واقدی ص۹۹۱، بلاذری، اول ص۳۶۸
نیز ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص۶۰۳، طبری، سوم ص۱۰۲ ؎۷۷ تفصیل کے لئے ملاحظہ
کیجئے میری کتاب ORGANISATION OF GOVERNMENT UNDER
THE PROPHET نیز مونٹگمری واٹ، مذکورہ بالا ص۳۴-۳۳۱۔ ؎۷۸ واقدی
ص۴۰-۱۳۸ وغیرہ، انساب الاشراف، اول ص۳۰۵ وغیرہ۔ ؎۷۹ واقدی ص۹۵۵-۹۵۰
ابن سعد، دوم ص۵۴-۱۵۳، بلاذری، اول ص۶۷-۳۶۶، طبری، سوم ص۸۷-۸۶، نیز ابن اسحاق
ص۹۵-۵۹۴ ؎۸۰ واقدی، ص۲۰۷ ؎۸۱ ابن اسحاق ص۶۰-۲۵۸، واقدی
ص۱۳-۱۲، ابن سعد، دوم ص۱۰-۹ ؎۸۲ ابن اسحاق ص۱۳۶ ؎۸۳ ابن اسحاق
ص۶۰-۵۷۴ وغیرہ۔ ؎۸۴ واقدی ص۶۵-۵۶۴ ؎۸۵ حضرات صحابہ کی
دولتمندی کے لئے ملاحظہ ہو، ابن سعد، سوم اول تا آخر، اصابہ، اسد الغابہ ان حضرات
کے تراجم میں۔

انسان اور اس کے مسائل

انسان کے بنیادی مسائل کیا ہیں؟ ان مسائل کو اسلام نے کس طرح حل کیا ہے؟ اور موجودہ دور اس حل کو قبول کرنے کے لئے کیوں نہیں آمادہ ہے؟ یہ کتاب انہی سوالات کا جواب دیتی ہے۔

مصنف: سید جلال الدین عمری قیمت ۳ روپئے

مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی - ۶